

شہادتِ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

افادات: مولانا سید ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: سید محمد کفیل بخاری

سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی انقلاب انگیز شہادت تاریخ اسلام کا ایک مسلمہ اور مصدقہ واقعہ ہے۔ جس کے منفی اثرات سے اُمت قیامت تک کے لیے دو دھڑوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔ ان میں عقائد اور دین کے متعلق اتنا زبردست اختلاف اور بُعد پیدا ہو چکا ہے۔ جس کا ختم ہونا تو اب عملاً غیر ممکن ہے اور کم ہونا بھی مشکل ترین معاملہ ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی قطعی اور یقینی امر ہے کہ آپ کی شہادت کا دردناک حادثہ فاجعہ امیر یزید کے عہد خلافت اور عبید اللہ ابن زیاد کی گورنری کے دور میں محرم ۶۱ ہجری کے اندر پیش آیا۔ لیکن یہ مسئلہ کہ حکام کوفہ کے ساتھ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی آخری گفتگو کے مطابق آپ کے ارادہ میں کوفہ کے عوام کے حیرت انگیز سیاسی انقلاب کے باعث دمشق جا کر براہ راست امیر یزید کے ساتھ اپنا معاملہ طے کرنے کا جو فیئر پیدا ہوا تھا اس کے بعد بھی آپ کی فطرت و نسبت کے خلاف اور متضاد مطالبہ منوانے کا بہانہ بنا لیا گیا۔ نتیجتاً آپ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص نسبی اور روحانی تعلق کی بنا پر اپنی خدا داد غیرت و حمیت اور عزیمت و شجاعت کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف اپنی ہی جان قربان کر دی، بلکہ اپنے بھائیوں، بیٹوں اور بھتیجیوں کو بھی شہید ہوتے ہوئے دیکھ کر خون کے گھونٹ پیئے اور اپنے دینی موقف پر کوہ استقلال بن کر آخری سانس تک ثابت قدم رہے۔ جب آپ کے آفت و مصیبت اور درد و غم چشیدہ بقیہ اہل خانہ دمشق پہنچائے گئے تو حادثہ کربلا کی تفصیلی روداد سن کر اور اس کے نتیجے میں اس عظیم خاندان کے تباہ شدہ افراد کی حالت زار دیکھ کر امیر یزید نے قتل حسین کے حکم اور اس پر رضامندی سے علانیہ برأت ظاہر کی تو اسی دور میں آپ کی شہادت کے حقیقی اور خفیہ اسباب و محرکات کے متعلق ایک عجیب و ذہنی نمونہ پیدا ہوا اور کچھ عرصہ بعد ایک مستقل اختلاف کی شکل اختیار کر گیا۔ حال آنکہ یہ ظاہر بالکل واضح اور یقینی طور پر معلوم و مسلم ہے کہ آپ نے اپنے برادر بزرگ امام خامس و خلیفہ راشد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے امام سادس و خلیفہ عادل و راشد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ قبول کر کے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی تک صبر و تحمل کا ثبوت دیا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کے تمام دینی اور سیاسی عزائم مکمل طور پر ظاہر ہو گئے اور آپ نے اپنی عقل و فراست کے مطابق کوفہ وغیرہ کے حالات کا جائزہ لے کر وہاں پر موجود اپنے حامیوں کی دعوت قبول کر لی اور یزید کے خلاف انقلاب حکومت و خلافت کے لیے بغیر کسی ظاہری ساز و سامان کے محض اہل کوفہ کی یقین دہانیوں پر اختیار کر کے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اور وہاں سے کوفہ کے لیے مع اہل و عیال و اعزہ و اقارب رحمت سفر باندھ لیا۔ لیکن صد افسوس کہ حالات ان کے اندازہ و خیالات اور عزائم و مقاصد کے بالکل برعکس پلٹا کھا گئے اور آپ نہایت بے کسی و بے جا رگی کی حالت میں انتہائی بے جگری سے دشمنوں کا مقابلہ کرتے

ہوئے جان کی بازی لگا کر جنت کو سدھار گئے۔ فَأَيُّ نَأْلٍ لِّلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اس حادثہ کے پس منظر اور حقیقی اسباب و محرکات کے متعلق شروع سے جو دو ذہنی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے بعد میں صدیوں تک بڑی شدت سے تاریخ پر اثر ڈالا، جو روایات کے اختلاف کے باعث اب تک سیرت و تاریخ کے ہر طالب علم کے لیے زبردست فکری خلیجان اور ایسے حادثہ کے تجزیہ کے وقت سخت پریشانی کا موجب بنا رہتا ہے۔ چنانچہ عالم اسلام کی معروف ترین اور جلیل القدر شخصیت، حجۃ الاسلام امام ”محمد غزالی“ رحمۃ اللہ علیہ سے امیر یزید کے اسلام و اعمال اور قتل حسین ﷺ کے سلسلہ میں یزید کی ذمہ داری اور اس کے لیے دعاء مغفرت وغیرہ جیسے اہم اور خطرناک ترین مسئلہ کے متعلق ان کے ہم زمانہ ایک شافعی فقیہ ”عماد الدین ابو الحسن الکیہا راسی“ متوفی ۵۰۳ھ ہجری نے استفہام کیا تو امام موصوف نے شہادت حسین ﷺ کے سلسلہ میں مشہور عوامی تصور کی تردید کرتے ہوئے حسب ذیل حیرت انگیز جواب دیا جو مشہور مؤرخ علامہ ”ابن خلیکان“ نے اپنی معروف کتاب ”وفیات الاعیان“ میں نقل کیا ہے۔ امام غزالیؒ امیر یزید کے اسلام کی تائید و تصدیق کے بعد قتل حسین ﷺ کی ذمہ داری کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ يَزِيدًا مَرَبِقَتِلِ الْحُسَيْنِ أَوْ رَضِيَ بِهِ..... فَيُنْبَغِي أَنْ يُعَلَّمَ بِهِ غَايَةَ الْحِمَاقَةِ، فَأَيُّ نَأْلٍ مِّنْ قُتْلِ مِنَ الْأَكْبَارِ وَالْوُزَرَآءِ وَالسَّلَاطِينِ فِي عَصْرِهِ لَوْ أَرَادَ أَنْ يُعَلَّمَ حَقِيقَةَ مِنَ الَّذِي أَمَرَ بِقَتْلِهِ..... وَمِنَ الَّذِي رَضِيَ بِهِ..... وَمِنَ الَّذِي كَرِهَهُ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى ذَلِكَ..... وَإِنْ كَانَ الَّذِي قُدِّقِلَ فِي جَوَارِهِ وَرَمَانِهِ وَهُوَ يُشَاهِدُ، فَكَيْفَ لَوْ كَانَ فِي بَلَدٍ بَعِيدٍ..... وَزَمَنٍ قَدِيمٍ قَدْ انْقَضَى..... فَكَيْفَ يُعَلِّمُ ذَلِكَ فِيْمَا انْقَضَى عَلَيْهِ قَرِيبٌ مِّنْ أَرْبَعِمِائَةِ سَنَةٍ فِي مَكَانٍ بَعِيدٍ..... وَقَدْ تَطَرَّقَ التَّعَصُّبُ فِي الْوَأَقَعَةِ فَكَثُرَتْ فِيهَا الْأَحَادِيثُ مِنَ الْجَوَانِبِ فَهَذَا لَا مَرُ لَا يُعَلِّمُ حَقِيقَتَهُ أَصْلًا، وَإِذَا لَمْ يُعْرِفْ..... وَجَبَ إِحْسَانُ الظَّنِّ بِكُلِّ مُسْلِمٍ (الی آخره) (وفیات الاعیان ”لابن خلیکان“ - ج ۱، ص ۲۶۵، طبع مصر)

”جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے سیدنا حسین ﷺ کے قتل کا حکم دیا تھا یا وہ آپ کے قتل پر راضی تھا؟ تو جاننا چاہیے کہ ایسا شخص پر لے درجہ کا احمق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے اکابر اور وزراء اور سلاطین جو اپنے اپنے زمانہ میں قتل ہوئے۔ اگر کوئی شخص اس بات کی حقیقت معلوم کرنا چاہے کہ اس کے قتل کا حکم کس نے دیا تھا اور کون اس پر راضی تھا؟ اور کس نے اس فعل کو ناپسند کیا؟ تو وہ آدمی اس کی حقیقت معلوم کرنے پر ہرگز قادر نہیں ہو سکے گا اگرچہ یہ قتل اس کے پڑوس میں اور اس کے زمانہ میں اور اس کی موجودگی میں ہی کیوں نہ ہو۔ تو پھر اس واقعہ کی اصل حقیقت تک کیسے رسائی ہو سکتی ہے جو دور کے شہر میں اور قدیم زمانہ میں ہو، تو پھر اس واقعہ کو بلاء کی اصل حقیقت کا کیسے پتا چل سکتا ہے؟ جس پر (امام غزالیؒ کے زمانہ تک) چار سو برس کی طویل مدت دور دراز مقام میں گزر چکی ہو..... اور پھر یہ بھی مسلم ہو کہ اس واقعہ کے بارہ میں (روافض کی طرف سے) تعصب کا راستہ اختیار کیا گیا ہو..... جس کی وجہ سے مختلف فرقہ جات کی طرف سے اس کے متعلق بہ کثرت روایات بیان کی گئی ہوں۔ اور جب حقیقت حال تعصب اور مخلوط و متفرق روایات کے باعث معلوم نہیں ہو سکتی تو پھر ہر مسلمان کے متعلق جب تک قرآن موجود ہوں تو اس کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے۔“ (اداریہ ”الاحرار“ لاہور محرم ۱۴۱۸ھ مطابق اگست ۱۹۸۸ء شمارہ ۱۰۹ جلد ۱۸)

یزید ابن معاویہؓ کے متعلق سیدنا حسینؓ کا تاثر:

ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ یزید سے متعلق کیا تاثر ہے؟ یزید کے متعلق میرا تو کوئی تاثر نہیں۔ البتہ سیدنا حسینؓ کا تاثر یہ ہے کہ وہ اسے مسلمان سمجھتے تھے اور فرماتے تھے: ”اگر وہ میری بات سن کر مان لے تو میں اس کی ”بیعت“ کرنے کو تیار ہوں۔“ لہذا میرا اپنا کوئی تاثر نہیں نہ میں نے یزید کو دیکھا نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ سیدنا حسینؓ نے بڑے بھائی سیدنا حسنؓ سمیت سیدنا معاویہؓ سے بیعت کے بعد دمشق جا کر اس کے ساتھ نمازیں بھی پڑھیں اور اکٹھے کھانا بھی کھایا۔ یزید ان کے ہاتھ بھی دھلاتا تھا۔ سیدنا معاویہؓ سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔ پھر ۵۲ھ کے ذوالقعدہ میں قسطنطنیہ کے میدان میں قائد لشکر ہونے کی وجہ سے سیدنا حسینؓ نے یزید کے پیچھے نمازیں بھی پڑھیں۔ اس غزوہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے اور حضرت حسینؓ بھی تھے۔ عبداللہ ابن عمرؓ بھی تھے اور عبداللہ ابن زبیرؓ بھی تھے، عبداللہ ابن عباسؓ بھی تھے اور بہت سے جلیل القدر صحابہ بھی تھے۔ ان سب نے ۵۲ھ کے معرکہ قسطنطنیہ میں فوجی کمانڈر یزید کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور جب اسی میدان میں میزبان رسولؐ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا انتقال ہو گیا تو شرعی ضابطہ اور مسنون عمل کے مطابق امیر جمیش یزید نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا جنازہ پڑھایا۔ تمام صحابہ سمیت سیدنا حسینؓ نے بھی یزید کی قیادت میں شرکت جہاد کی طرح اس کی امامت میں نماز جنازہ بھی ادا کی تھی۔ بہر کیف وہ کلمہ گو تھا، مسلمان تھا۔ کریکٹر ہم نے نہیں دیکھا۔ سیدنا حسینؓ نے اس کو یہ نہیں کہا جو لوگ کہتے ہیں یا کچھ مولوی اور ذاکر کہتے ہیں۔ سیدنا حسینؓ کی باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم میں اپنے اپنے باپ کی وجہ سے اختلاف ہے۔ وہ دونوں لڑے تھے اب ہم دونوں کی لڑائی ختم ہو سکتی ہے۔ وہ میری شرائط مان لے، مجھ سے وہ گفتگو کر لے تو اضع یدی فی یدہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے ”بیعت“ کرنے کو بھی تیار ہوں!“ اس وقت کوفہ کا گورنر عبید اللہ ابن زیاد تھا۔ سیدنا علیؓ کی ایک بیوی محترمہ ام البنین رحمۃ اللہ علیہا کے بھائی اور کربلا میں سیدنا حسینؓ کے علم بردار، اور وفادار و فداء کارماں سے سوتیلے بھائی جناب عباس کے حقیقی ماموں حضرت ذوالجوشن ضبائی صحابیؓ کا بیٹا شمر جو بدختی سے سیدنا حسینؓ کا مخالف و دشمن اور ابن زیاد کا مشیر و معاون خصوصی بنا ہوا تھا اور بعد میں سیدنا حسینؓ کے قاتلوں میں شامل ہو کر جہنم کا خریدار بن گیا تھا۔ اس شمر کے بھڑکانے سے ابن زیاد سیدنا حسینؓ کی تین بہترین شرائط ماننے سے منکر ہوا۔ نفسانیت و شیطنت کی تکمیل اور اپنے حسد و بغض کی تسکین کے لیے یزید کے حقیقی منشاء اور حکم کے خلاف سیدنا حسینؓ سے اپنے ہاتھ پر غیر مشروط بیعت کے مطالبہ پراڑ گیا۔ اس نے کہا کہ میں یزید کا نمائندہ ہوں۔ اس لیے بجائے دمشق جا کر یزید سے خود معاملہ طے کرنے کے یہیں میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔ تو اس پر جو اب سیدنا حسینؓ نے فرمایا: وَاللّٰهُ اِنَّ يَكُوْنُ هٰذَا - اِلَّا بَعْدَ الْمَوْتِ ”یہ نہیں ہو سکتا“ تیری یہ حیثیت نہیں ہے کہ ”لونڈی بچے اور ذلیل لوگ“ مجھ سے غلط مطالبہ کر کے غیر مشروط بیعت لیں یہ بات میرے جیتے جی اور چپ چاپ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ہاں! میرے مرنے اور قتل ہو جانے کے بعد تم میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لے کر سمجھ لو کہ میں نے بیعت کر لی ہے؟ تو یہ ہو سکتا ہے۔ تم اس سے میری گفتگو کراؤ وہ میری بات اور شرائط مان لے۔ ورنہ یزید کی خاطر تمہارے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں۔“ اس واقعہ کا حاصل تو سارا اتنا ہی ہے باقی سب لفاظی

سبائیوں رافضیوں کی ججی ڈرامائی داستان ہے اور کچھ نہیں!

(اقتباس خطاب: جام پور ۲۴ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ/ ۲۹ مئی ۱۹۸۱ء مطبوعہ: ”الاحرار“ ش ۲، ج ۱، رمضان ۱۴۱۰ھ۔ اپریل ۱۹۹۰ء)
آخر میں شہیدِ غیرت، مظلوم کربلا سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کا ارشادِ گرامی اور مشہور تین شرائط مطالعہ فرمائیں جو آپ نے ابن زیاد کے سامنے پیش فرمائیں۔ امام تاریخ و سیرت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری رحمہ اللہ نے مصدقہ تاریخی حوالوں سے مرتب کر کے انہیں مسلسل شائع کیا۔ سیدنا حسین ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی واقعہ کربلا کے اسباب اور سازش کو سمجھنے اور تاریخ کی مکذوبہ روایات کی دہیزتوں سے اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے قولِ فیصل اور برہان قاطع ہے۔
ارشادِ گرامی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ:

ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے

- ☆ ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ تو خدا کی قسم! یہ بات میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔ ہاں! اگر باعزت طریقہ سے معاملہ نہ ہی مقصود ہے تو پھر مدینہ کو واپسی یا سرحد پر چلے جانے کے علاوہ تیسری صورت یہ ہے۔
- ☆ مجھے یزید کے پاس جانے دو! تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔ پھر وہ میرے متعلق جو مناسب سمجھے گا خود فیصلہ کرے گا۔ (البدایہ لابن کثیر ج ۸، ص ۷۰)

..... اور یا میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں دے دوں تو وہ میرے اور اپنے بارے میں جو مناسب ہو، رائے قائم کرے گا۔ (تاریخ الامم والملوک۔ للطبری ج ۶، ص ۲۳۵)

- ☆ سیدنا حسین ﷺ سے پختہ روایت ہے۔ آپ نے مکمانڈر کوفہ عمر بن سعد سے فرمایا: میری تین باتوں میں سے ایک پسند کر لو:
- (۱) یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں
- (۲) یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں جبکہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کرے گا۔
- (۳) یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا۔ پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی وہی مجھے پہنچے گی۔

(بحوالہ: الشانی مع الخیص ص ۱۷۲ طبع ایران۔ تصنیف السید ابی القاسم علی بن حسین بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین علی الاوسط بن السبط سیدنا حسین بن سیدنا علی بن ابی طالب علیہم الرضوان)
☆ اے کاش! یہ شرائط نامہ ملے ہو جاتا تو امت کو مظلومی حسین ﷺ کا روزِ غم دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور نہ ہی..... یزید کے لیے سب و شتم اور لعن و طعن کا دروازہ کھلتا۔ بہر حال جناب سیدنا حسین ﷺ کا قول و عمل ہمارے لیے ایک دائمی درس عبرت و غیرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شہید کربلا ﷺ کی سچی پیروی نصیب فرمائیں۔ آمین!